سائنس اور دین کے درمیان رابطہ

INTERRELATION OF SCIENCE & RELIGION

Muhammad Hussain Hafzi
Dr. Qaisar Abbas Jafari

Abstract:
The following article describes the relaio between science and religion. According to the author, along with a deep study of Quran & Hadith and the views of the recognised Muslim scholars and intellectuals, a thorough study of the subject must be done in depth to understand the nature of the interrelation of knowledge and religion. This article examines the importance and virtues of religion and knowledge in the light of Quran & Hadith and the valuable opinions of few authentic personalities in this regard. The article attempts to describe the nature of the relation between knowledge and religion.

Keywords: *Quran, Hadith, Science, Religion, Relation.*

خلاصہ
زیر نظر مقالہ میں سائنس (Science) اور دین (Religion) کے درمیان موجود رابطہ بیان ہوا ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق علم و دین کے باہمی رابطہ کی ماہیت سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس موضوع پر تمام جوانب سے عمیق مطالعہ کیا جائے اور کتاب وسنت سمیت معتبر مسلمان علماء اور دانشمندوں کے آراء و نظریات کا گہرا مطالعہ ضروری ہے۔ اس مقالہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں دین اور علم کی اہمیت، فضیلت اور اس سلسلے میں چند معتبر شخصیات کی قیمتی آراء کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے علم اور دین کے درمیان پائے جانے والے رابطے کی ماہیت کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کلیدی کلمات: قرآن، حدیث، سائنس، دین، رابطہ۔

تعریفات، پس منظر اور مفروضات

سائنس اور دین کے باہمی رابطہ کی ماہیت جاننے کے لئے سب سے پہلے ان اصطلاحات کی توضیح ضروری ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں سائنس کی تعریف اس طرح ملتی ہے: "مشاہدے اور تجربے کے ذریعے کائنات اور کائنات میں موجودہ اشیاء کا مطالعہ کرنے کو سائنس کہتے ہیں۔" جہاں تک "دین" کی اصطلاح کا تعلق ہے تو عربی زبان میں اس سے چند معانی مراد لیے جاتے ہیں جن میں ایک معنی، "طریقہ" اور "روش" ہے۔ لغت میں جزاء، پاداش، روز قیامت، سیاست، رائے، سیرت، عادت، حساب، اطاعت، دل سے تصدیق اور وحی کے اصولوں پر پابند رہنے کو "دین" کہتے ہیں۔[1] خلیل بن احمد فراہیدی نے دین کیلئے تین معنی یعنی "جزا"، "عادت" اور اطاعت" بیان کیے ہیں۔ کتاب العین میں لکھا ہے: الدِّینُ جمعه الأَدْیَان والدِّینُ الجزاء والدِّینُ الطاعة [2]یعنی: "دین، جس کی جمع ادیان ہے، جزا اور اطاعت ہے۔" جہاں تک "دین" کی اصطلاحی تعریف کا تعلق ہے تو اس کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔ دراصل، ہر شخص نے اپنے ذوق اور مطالعے کے مطابق دین کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی وجہ سے ماہرین نفسیات کے ہاں پائی جانے والی دین کی تعریف، سوشیالوجی کے ماہرین کی تعریف سے مختلف ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے ہاں جو دین کی تعریف پائی جاتی ہے وہ غیر مسلم مفکرین کی پیش کردہ تعریفوں سے مختلف نظر آتی ہے۔ علامہ طباطبائیؒ کے مطابق دین کی ایک تعریف عام ہے اور ایک تعریف خاص۔ عام تعریف یہ ہے کہ دین یعنی "راہ و رسمِ زندگی" [3]اور خاص تعریف یہ ہے کہ: "دین، وحی اور نبوت کے ذریعے انسان تک پہنچنے والی تعلیمات کے اس مجموعے کا نام ہے جو مبداء، معاد، عبادات اور معاملات کے قوانین سے مربوط ہو۔" [4]پس اس مقالہ میں "دین" سے مراد وہ تعلیمات ہیں جو کتاب اور سنت میں بیان ہوئی ہیں، چاہئے ان کا تعلق انسان کے عقیدے سے ہو یا عمل سے۔

دین اور سائنس کے باہمی رابطہ کی بحث کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی لحاظ سے سائنس اور دین کے درمیان رابطے کی بحث کی بنیاد Nicolaus Copernicus کا وہ مشہور نظریہ تھا جس میں اس نے یہ کہا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ دوسری طرف عیسائیت میں کتاب مقدس کے مطابق زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھومتا ہے۔ لہٰذا رومی کیتھولک کلیسا ۱۶۱۵ میں کوپرنیک کے نظریے کے کتاب مقدس کے خلاف ہونے کا اعلان کیا۔ جس کے نتیجے میں اس کی کتاب ON THE REVOLUTION OF HEAVENLY SPHERES کو ممنوعہ کتابوں میں سے قرار دے دیا گیا۔ مزید جب کلیسا نے دیکھا گالیلو ہر جگہ کوپرنیک کے نظریے کا دفاع کر رہا ہے تو کلیسا کی طرف سے گالیلو کو ۱۶۳۲ میں فلورانس کی عدالت میں تفتیش کیلئے حاضر کیا گیا اور ۸ سال قید کی سزا سنائی گئی اور وہ اسی حالت میں دنیا سے چلا گیا۔ اس واقعے کے بعد یہ بحث چھڑ گئی کہ سائنس اور دین کے درمیان رابطہ کس قسم

کا؟ پس اس بحث کاآغاز یورپ میں عالم عیسائیت میں ہوا۔ تاہم ہماری بحث میں دین سے مراد، دینِ اسلام ہے کیونکہ اسلام و عیسائیت، دونوں میں کچھ ابحاث اور مسائل مشترک ہیں جن کی وجہ سے اس موضوع کا فقط عیسائیت سے نہیں، بلکہ اسلام سے بھی ربط بنتا ہے۔ مثال کے طور پر معجزہ، انسان کی خلقت اور تکامل، نیز مصیبتوں و بلاوں کے فلسفہ کی بحث عیسائیت اور اسلام، دونوں ادیان میں مشترک ہے۔

جہاں تک دین اور سائنس کے باہمی رابطہ کی ماہیت کے بارے میں مفروضات کا تعلق ہے تو یہاں ایک مفروضہ یہ ہو سکتا ہے کہ دین اور سائنس دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ دین، سائنس کی نفی کرتا ہے لیکن سائنس دین کی نفی نہیں کرتی۔ تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ سائنس، دین کی نفی کرتی ہے لیکن دین سائنس کی نفی نہیں کرتا۔ اور چوتھا مفروضہ یہ ہو سکتا ہے کہ دین اور سائنس دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہماہنگ اور بنی نوع بشر کے لئے دونوں ضروری ہیں۔اس مقالہ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئ ہے کہ سائنس اور دین ایک دوسرے کے مقابل نہیں، بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مکمل طور پر ہماہنگ اور بنی نوع بشر کی ترقی و کمال کے لئے دونوں ضروری ہیں۔ ذیل میں ان چاروں مفروضات کی بنیاد پر پیش کئے گئے نظریات پر نقد و تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔

سائنس اور دین میں تعارض

کچھ مادہ پرست دانشمندان اور بعض عیسائی مفکرین کا نظریہ یہ ہے کہ سائنس اور دین کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص سائنس دان بھی ہو اور دیندار بھی ہو۔ کیونکہ دین کسی چیز کی حقیقت کو اس طرح بیان نہیں کر سکتا جس پر ہم یقین کر سکیں جبکہ سائنس میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ نیز سائنس کوئی ایسا فرضیہ بیان نہیں کرتی جو قابل تجربہ اور ہمارے مشاہدے میں نہ آئے جب کہ دینی نظریات قابل مشاہدہ اور قابل تجربہ نہیں ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کے درمیان تعارض ہےاور یہ دونوں قابل جمع نہیں ہیں۔ اس کا بہترین نمونہ گالیلیو اہل کا کلیسا کے ہاتھوں سزا پانا ہے۔ سائنس اور دین کے تعارض کے نظریہ کا جائزہ لینے کے لئے ان اسباب کا جائزہ لینا ضروری ہے جن کی بنیاد پر یہ نظریہ منظر عام پر آیا۔ یورپ میں اس نظریہ کے منظر عام پر آنے کا اہم عامل تحریف شدہ عیسائیت تھی۔ عیسائیوں کی دسترس میں وحیانی کتابیں نہیں تھیں۔ اسی وجہ سے ان کتابوں میں ایسے عقائد اور احکام موجود تھے جو انسان کی عقل کے مخالف تھے۔ عیسائیت میں بہت سارے خرافی عقائد پائے جاتے تھے جو منطق اور عقل کے ساتھ سازگاری نہیں رکھتے تھے۔ ان کا تثلیث کا عقیدہ اتنا سخت اور پیچیدہ تھا۔ اسی طرح عیسائیت کا دین اور سیاست میں جدائی کا انحرافی نظریہ اور وہ انحرافی تعلیمات جن میں خدااور ماوراء الطبیعہ کی وضاحت موجود تھی۔

یورپ میں دین اور سائنس میں تعارض کے نظریے کا دوسرا اہم عامل، نشاۃ ثانیہ کے بعد سائنسی علوم کا رشد تھا۔ اس دور میں لوگوں نے سائنس کو حد سے زیادہ اہمیت دی اور حد سے زیادہ سائنس پر بھروسا کیا۔ مشہور فرانسوی تجربہ پرست ہولباخ لکھتا ہے: "انسان کیلئے ضروری ہے کہ اپنی تمام تحقیقات میں فزکس اور تجربہ کو وسیلہ بنائے۔" اس کا کہنا ہے کہ دین، اخلاق، سیاست، علوم، ہنر حتی کہ خوشی اور غم میں بھی فزکس اور تجربہ سے مدد لینا چاہیئے۔[5] جب سائنس نے ترقی کی تو کلیسا کے بڑے بڑے پادریوں نے سائنسی اختراعات کا انکار کیا۔[6] اور اہل کلیسا کی اسی تند مزاجی اور افراط و تفریط کی وجہ سے سائنس اور دین میں تعارض اور ناسازگاری کا نظریہ وجود میں آیا۔

اگر ہم جہان اسلام میں اس نظریے کی پیدائش کے عوامل اور وجوہات کو تلاش کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام میں اس نظریے کی پیدائش کے عوامل میں سے ایک اہم عامل اسلامی معاشرے میں اشعری مذہب میں جبر گرائی کا تفکر اور اہل حدیث میں ظاہر گرائی کے تفکر کا رشد ہے۔اشاعرہ جبر گرائی کے قائل تھے اور اس زمانے میں انہیں غاصب حکام کی حمایت حاصل تھی۔ کیونکہ متوکل عباسی کا اپنا جھکاو مسلک جبر اور ظاہر گرائی کی طرف تھا۔ اس زمانے میں مکتب جبر نے بہت رشد کیا اور اہل تعقل کی شدید مخالفت ہوئی۔ متوکل عباسی ہی کے زمانے میں جدل، مناظرہ، تبادل افکار اور تضارب آرا کلی طور پر ممنوع قرار دیا گیا اور اگر کہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھا جاتا تو ان کے ساتھ سختی سے پیش آتے جس کی وجہ سے جبر گرائی اور ظاہر گرائی نقطہ اوج پر پہنچی۔ بقول ابن اثیر جو کتاب الکامل میں لکھتے ہیں: سلطان محمود غزنوی نے حکم دیا شہر ری میں موجود تمام کلامی، فلسفی اور نجومی کتابوں کو جلا دیا جائے اور وہاں کے تمام معتزلی مکتب سے تعلق رکھنے والے متکلمین کو جلاوطن کر دیا جائے۔[7] یہ ایسے افکار تھے جو انسان کی عقل کے خلاف تھے۔ جب یہ فکر معاشرے میں رواج پائی تو اسلام میں سائنس اور دین کے درمیان تعارض کا نظریہ عام ہوا۔جہان اسلام میں سائنس اور دین کی جدائی کے عوامل میں سے دوسرا اہم عامل سکولاریزم کا رواج ہے۔ اس تفکر کے مطابق دین کا دائرہ صرف عبادت کی حد تک محدود ہے۔ لہٰذا دین کو دنیاوی معاملات میں نہیں لانا چاہیئے۔

اس نظریے پر عمدہ تنقید یہ ہے کہ اس کی بنیاد تحریف شدہ کتاب مقدس پر رکھی گئی ہے۔ لہٰذا اس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام نہ صرف کشفیات علمی سے تضاد نہیں رکھتا، بلکہ جیسے جیسے انسان علوم میں ترقی کر رہا ہے ویسے ویسے قرآن کی حقیقت آشکار ہوتی جارہی ہے۔[8] بد قسمتی سے یورپ کی سائنسی ترقی سے متاثر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ بدل چکا ہے لوگ سائنس کی بدولت آسمانوں پر جا پہنچے ہیں۔ اگر اس زمانے میں بھی ہم دین کے پیچھے پڑے رہیں تو ترقی نہیں کر پائیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ترقی کا جو تصور پیش کیا ہے، دنیا کی کوئی قوم

پیش نہیں کر سکی۔ کیونکہ اگر ترقی کا معیار انسان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے تو جس طرح اسلام انسان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس طرح کوئی دوسرا دین و مذہب نہیں کرتا۔ کیونکہ اسلام میں انسان کی مادی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے اور اس پر اضافہ یہ کہ اسلام نے انسان کی غیر مادی ضروریات کو بھی پورا کیا ہے۔ انسان ہونے کے ناطے کچھ انسانی ضرورتیں ایسی ہیں جنہیں "عالی ضروریات" کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ ضروریات جن کا تقاضا انسان کی پاک فطرت کرتی ہے۔ انسان کی پاک فطرت تڑپ تڑپ کر پکارتی ہے کہ اے انسان تو کہاں سے آیا ہے؟ تیرے آنے کا مقصد کیا ہے؟ تجھے کہاں جانا ہے؟ انسان کی یہ اہم ضروت اسلام پوری کرتا ہے۔ لہٰذا دین کے اس کام کو قبول کرنا اور ماننا اس لئے ضروری ہے کہ دین، انسان کی "عالی ضروریات" کو پورا کرتا ہے۔ پس صرف ظاہری مال و دولت زیادہ ہونے کو ترقی نہیں کہتے اور صرف مال و دولت اور شہرت سے انسان کی روح کو سکون نہیں ملتا۔ انسان کی ترقی کا راز اگر اس کی ضروریات کو پورا کرنے میں ہے تو اسلام نے انسان کی انفرادی، اجتماعی اور عالی ضرورت پوری کرکے انسان کے آرام و سکون اور چین و اطمینان کا سامان فراہم کر دیا ہے قرآن مجید کا فرمان ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (28:13) ترجمہ: "آگاہ رہو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔" علامہ اقبال اس آیہ شریفہ کی خوبصورت منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے　　تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

سائنس اور دین میں تمایز

یہ نظریہ یورپ میں تقریباً ۱۷ صدی میلادی کے بعد سامنے آیا۔[9] بعض غربی مفکرین کے نزدیک سائنس کی اپنی دنیا ہے اور دین کی اپنی دنیا اور ان دونوں کا دائرہ کار ایک دوسرے سے بالکل جدا ہے۔ لہٰذا ان کے درمیان تعارض نہیں، تمایز پایا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ علم اور دین کا موضوع الگ الگ ہے اور ان کی زبان اور روش بھی ایک دوسرے سے جدا ہے، مثلاً دین کا موضوع خدا ہے اور خدا کو وحی کے ذریعے پہچانا جاتا ہے، حالانکہ ہم طبیعت کو حواس کے ذریعے سے پہچانتے ہیں۔ علم کا ہدف جہاں اور مخلوقات کو سمجھنا ہے جب کہ دین کا ہدف اور موضوع خدا ہے۔ یہ لوگ اپنے عقیدے پر دلیل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سائنس اور دین کاملاً ایک دوسرے سے جدا ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سائنس اور دین میں سے ہر ایک کے بارے میں جو سوال جواب ہوتے ہیں وہ کاملاً ایک دوسرے سے مختلف ہیں، یہ ممکن نہیں ہے کہ سائنس اور دین کا کام اور ہدف ایک ہو۔[10] یہ نظریہ بھی اسلامی تعلیمات کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث، انسان کو علوم حاصل کرنے کی ترغیب اور تشویق دلاتے اور مختلف موضوعات یہاں تک

کہ سیاست اور اقتصاد تک کے بارے میں قرآن نے اصول اور احکام بیان کئے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین انسان کی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے۔

سائنس اور دین میں تداخل

قرون وسطی کے بعض عیسائیوں اور امام غزالی جیسے بعض مسلمان مفکرین کا نظریہ ہے کہ سائنس، دین کا محتاج اور اس کا ایک حصہ ہے۔[11] ان دانشمندوں کا عقیدہ یہ ہے کہ سائنسی علوم کے دانشمندوں کیلئے ضروری ہے کہ دین کی پیروی کریں اور اپنی تمام تحقیقات اور تجربات دین کے اصول اور قوانین کی روشنی میں انجام دیں۔ کیونکہ انسان کا تجربہ ظنی اور خطاپزیر ہے، لیکن دین جس کی اساس اور بنیاد وحی الٰہی ہے کبھی بھی خطاپزیر نہیں ہے۔ جب ہم قرون وسطی میں گزرے ہوئے مسیحی دانشمندوں اور مفکروں کے نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرون وسطی کے عیسائی اسی نظریہ پر کاربند تھے۔انہوں نے گالیلو کو صرف اس وجہ سے سزادی کیونکہ اس نے کتاب مقدس کی نصوص کے خلاف نظریہ پیش کیا تھا۔ اسی طرح بعض مسلمان دانشمندوں اور علما کا نظریہ یہ ہے کہ علم، دین کا ایک حصہ ہے کیونکہ دین سائنس کی تشویق دلاتا ہے۔[12] یہاں اگر سائنس اور دین کے تداخل کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ دین کا سائنس کے ساتھ کوئی تعارض نہیں اور دین سائنسی تحقیقات کی پذیرائی کرتا ہے لیکن دین سائنسی علوم کی تمام جزئیات بیان نہیں کرتا۔ لہٰذا سائنسی تحقیق کے ہر موضوع کو قرآن و حدیث سے استخراج کرنے کا نظریہ ایک افراطی نظریہ ہے۔

سائنس اور دین میں توافق

سائنس اور دین کے رابطہ کی ماہیت بیان کرتے ہوئے بعض مفکرین نے یہ کہا ہے کہ سائنس اور دین ایک دوسرے کے ساتھ توافق اور سازگاری رکھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں سائنس اور دین ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ دونوں اس وقت کامل ہیں جب ایک ساتھ ہوں۔ سائنسی علوم میں جتنی ترقی ہو رہی ہے اتنی ہی حقیقتیں کشف ہوتی جارہی ہیں۔ قرآن کہتا ہے فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (69:16)؛ شہد میں اللہ نے شفا رکھی ہے۔ صدیاں گزرنے کے بعد اس کی حقیقت واضح ہو گئی۔ یا پھر یہ کہ آج ساڑھے چودہ سو سال گزر جانے کے بعد ماہرین تعلیم نے جو بہترین طریقہ تدریس متعارف کروایا ہے وہ یہ ہے کہ بچوں کو تھیوری پڑھانے کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل بھی کروایا جائے اور ماڈل یا نمونہ بھی دکھایا جائے تاکہ بچے پر آسانی سے مفہوم واضح ہو سکے یعنی اگر اسے ایپل پڑھاتے ہیں تو ساتھ ساتھ ایک سیب دکھا بھی دیں یا اسے اورنج پڑھاتے ہیں تو ایک سنگترہ دکھا بھی دیں تاکہ اسے لرننگ میں آسانی ہو اور لفظوں کے مفاہیم آسانی کے ساتھ اس کے ذہن نشین ہو جائیں، اس لیٹسٹ تھیوری

کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم دین کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بشریت کی تعلیم و تربیت کے اسی میتھڈ کو اپنایا کہ جس میں احکام الٰہی کو ایک طرف تھیوری کی شکل میں قرآن مجید میں بیان کیا گیا اور دوسری طرف ماڈل یا نمونے کے طور پر سرکار ختم المرسلینؐ کی زندگی کو پیش کیا اور فرمایا کہ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً (21:33) ترجمہ: "بتحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اور ماڈرن سائنسز میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ جس قدر علم ترقی کرتا چلا جائے گا اسی قدر دین اسلام کی حقانیت کھل کر سامنے آتی چلی جائے گی۔

اسی طرح آج سائنس اور ٹیکنالوجی نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ انسان اس دنیا میں جو کچھ بولتا ہے تو اس کی ریکارڈنگ ہو جاتی ہے اور وہ فضا کے دامن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتی ہے، اور اسی طرح جو وہ ایکشن کرتا ہے اس کی بھی فضا میں ویڈیو بن جاتی ہے اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہواؤں میں گردش کرتی رہتی ہے اور کبھی بھی ضائع نہیں ہوتی کہ جس کی ایک جیتی جاگتی مثال ٹیپ ریکارڈرز، آڈیو وڈیو کالز اور دیگر جدید ترین ٹیکنالوجیز ہیں کہ جن میں سے بعض نظام مواصلات میں استفادہ کی جاتی ہیں۔ پس اگر انسان کی آوازیں اس کے منہ سے نکلنے کے بعد مر جاتیں اور ختم ہو جاتیں تو کبھی بھی ہزاروں کلومیٹر دور بیٹھا ہوا دوسرا انسان ایک سم کارڈ یا انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے اس کی آواز نہ سن سکتا اور نہ ہی اسے ریکارڈ کر سکتا یا اس کی وڈیو دیکھ سکتا۔ یہ آوازیں اسی لئے آسانی سے سنی جاتی ہیں کہ وہ ہوا میں سفر کر رہی ہوتی ہیں اور انہیں ایک سم کارڈ یا انٹرنیٹ کے ذریعے، ہوا سے اخذ کرکے مطلوبہ جگہ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ البتہ کہ سائنس اس بات کو ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے لیکن یہ بتانے سے آج تک قاصر ہے کہ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ یہ آوازیں کیوں ریکارڈ کی جا رہی ہیں اور انسان کے تمام ایکشنز کی ویڈیوز کیوں بنائی جا رہی ہیں؟

لیکن جب ہم دین کے پاس جاتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ انسان کے بنانے والے نے اسے پہلے ہی سے متنبہ کر دیا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے پیدا کرنے والے کے حضور میں ہے اور اس کا کوئی عمل اس سے پنہاں نہیں ہے، یہاں تک کہ اس کے دل و دماغ میں آنے والے خیالات بھی اللہ تبارک و تعالی سے پنہاں نہیں ہیں، لہٰذا قرآن کریم میں آیا ہے: إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ بِذاتِ الصُّدُورِ (119:3) ترجمہ: "یقیناً اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے۔" یا یہ کہ: قُلْ إِنْ تُخْفُوا ما فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللهُ وَيَعْلَمُ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ وَ اللهُ عَلى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (29:3) ترجمہ: "کہہ دیجئے جو بات تمہارے سینوں میں ہے اسے خواہ تم پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو اللہ بہر حال اسے جانتا ہے نیز آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ بھی اس کے علم میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" ان سب آڈیوز اور ویڈیو کو محفوظ کرنے کا

فلسفہ یہ بتایا کہ کل جب قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالی انسان سے اس کی اس دنیاوی زندگی کے ذرہ ذرہ ۔ إِنَّ اللّٰہَ لا يَظْلِمُ مِثْقالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضاعِفْها وَ يُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْراً عَظِيماً (40:4) ترجمہ: ''یقیناً اللہ (کسی پر) ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر (کسی کی) ایک نیکی ہو تو (اللہ) اسے دگنا کر دیتا ہے اور اپنے ہاں سے اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔'' فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُo وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (99:7-8) ترجمہ: ''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔'' کا حساب لے گا تو اس وقت انسان اپنی خاصیت کے پیش نظر اپنے نقصان میں بیان کردہ فیصلوں اور اعمال سے بیزاری اختیار کرے گا اور یہ کہے گا کہ یہ اعمال میں نے انجام نہیں دے ہیں تو اس وقت پروردگار عالم ہواؤں کے دامن سے اس کی اپنی آڈیوز اور وڈیوز اس کے سامنے لاکر اسے دکھا دے گا یہاں تک کہ اس کی نیت تک کا حساب ہوگا کہ جسے نظام تنفس؛ یعنی آکسیجن جو کہ سانس کے ذریعے سینے میں جاتی ہے اور دل و دماغ میں گزرنے والے تمام حالات کی وڈیو بنا کر کاربن ڈائی آکسائیڈ بن کر باہر نکل جاتی ہے، کے ذریعے انجام دیا جائے گا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نہ تو سائنس، اسلام کی مخالف ہے اور نہ اسلام سائنس کا دشمن۔ بلکہ دینی تعلیمات اور تھیوری کی پریکٹیکل شکل یا مادی تفسیر کا نام سائنس ہے کہ جس کی دسیوں مثالیں آج کی اس مادی دنیا میں قابل لمس ہیں۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ البرٹ آئن سٹائن نے بھی کہا کہ:

(Science without religion is blind and religion without science is lamb.)

سائنس اور دین کے باہمی ربط کا انداز اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ آج جب میڈیکل سائنسز ترقی کرتے کرتے اپنے کمال کی منزلوں کو چھونے لگیں ہیں تو اس وقت یہ انکشاف ہوا ہے کہ انسانی باڈی میں کٹنے اور جلنے کی تکلیف کا احساس صرف اور صرف کھال چمڑی اور اسکن کو ہوتا ہے اندر ہڈیوں اور گوشت وغیرہ کو نہیں. لیکن جب دین اسلام کی طرف رجوع کرتے ہیں تو قرآن مجید نے پہلے ہی اس بات سے یہ کہتے ہوئے پردہ اٹھا دیا تھا کہ: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآياتِنا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ ناراً كُلَّما نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْناهُمْ جُلُوداً غَيْرَها لِيَذُوقُوا الْعَذابَ إِنَّ اللّٰہَ كانَ عَزِيزاً حَكِيماً (56:4) ترجمہ: ''جنہوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا ہے یقیناً تمہیں ہم عنقریب آگ میں جھلسا دیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل جائیں گی (ان کی جگہ) ہم دوسری کھالیں پیدا کریں گے تاکہ یہ لوگ عذاب چکھتے رہیں، بے شک اللہ غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔'' لہٰذا توجہ طلب بات یہ ہے کہ قرآن کریم کو کیسے پتہ چل گیا تھا کہ چونکہ کٹنے اور جلنے کی تکلیف کا احساس صرف کھال اور جلد کو ہوتا ہے لہٰذا جیسے وہ جلے گی تو دوبارہ نئی کھال جسم پر چڑھا دی جائے گی تاکہ گناہ گاروں کو اپنے کیئے کی سزا مسلسل ملتی رہے.

اسی طرح دین نے جب قیامت کے دن کی منظر نگاری کی تو کہا وہ دن ایسا ہو گا کہ جب سمندروں میں آگ لگ جائے گی اور فرمایا: وَإِذَا الْبِحارُ سُجِّرَتْ (6:81) ترجمہ: "اور جب سمندروں کو جوش میں لایا جائے گا۔"، اب اس وقت کسی کو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ یہ کیونکر ممکن ہوگا جبکہ سمندروں میں پانی ہوتا ہے اور پانی کا کام آگ کو بجھانا ہے، لیکن سائنس نے آکر آج اس بات کو سمجھنے میں آسانی پیدا کردی ہے اور کہا کہ پانی درحقیقت دو گیسوں آکسیجن اور ہائیڈورجن سے ملکر بنا ہے کہ جن میں سے ایک کا کام آگ کو پکڑنا ہے اور دوسری گیس کا کام آگ کو بھڑکانا ہے، اور اسی کے ساتھ ساتھ جیالوجسٹ یہ کہتے کہ اس زمین کے جگر میں آگ ہے لاوا ہے اتنا گرم ہے اس کا سینا کہ جو فولاد، آئرن اور اسٹیل وغیرہ کے اوزاروں کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے. معلوم ہوا کہ جو خدا، دو ایسی گیسوں کو کہ جن میں سے ایک کا کام آگ کو پکڑنا اور دوسری کا کام آگ کو بھڑکانا ہے انہیں آپس میں ملا کر آگ بجھانے والا پانی بنا سکتا ہے وہی خدا کل قیامت کے دن ان دونوں گیسوں کو جدا جدا کرکے زمین کے جگر سے آگ نکال کر سمندروں میں بھی آگ لگا سکتا ہے اور یہ سب کچھ ممکن ہے.

پس معلوم ہوا کہ اسلام، قطعی سائنسی تجربات اور معلومات کی تائید کرتا ہے اور ایسے علوم کو حاصل کرنے کی تشویق کرتا ہے اور دوسری طرف، قطعی سائنسی علوم دینی تعلیمات کی تائید اور قرآن کے معجزہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ [13]اس نظریہ کے مطابق تاریخ بشریت میں سائنس اور دین ہمیشہ انسان کے مورد توجہ رہے ہیں۔ جب انسان نے ایک طرف کائنات میں موجود اشیاء کے اسرار اور طبیعت کے قوانین کو کشف کرنے کی کوشش کی ہے تو دوسری طرف وہ ہمیشہ اپنے پروردگار کی عبادت اور راز و نیاز میں مشغول رہا ہے اور انسان نے اپنے اہداف کو حاصل کرنے کیلئے علم اور دین دونوں سے استفادہ کیا ہے۔ لہٰذا انسان سائنس اور دین کے جمع ہونے کا مرکز اور محور ہے۔

سائنس اور دین کے توافق کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ لینے اسے پہلے اس مقدمے پر توجہ ضروری ہے کہ قرآن و حدیث میں "سائنس" کی اصطلاح اپنے رائج معنی میں استعمال نہیں ہوئی۔ اسلامی تعلیمات میں جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے وہ "علم" کی اصطلاح ہے جو ایک عام معنی و مفہوم رکھتی ہے اور تمام سائنسی اور غیر سائنسی علوم کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ بنابریں، اسلام کے منظر سے سائنس کی اہمیت و ضرورت کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے ان آیات و روایات کا سہارا لینا پڑے گا جن میں بطور کلی، علم کی اہمیت و ضرورت بیان ہوئی ہے۔ علم کی اہمیت کیلئے یہی کافی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ پر جو آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں ان میں علم کی نعمت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ(96:3-5) یعنی: "پڑھو اور تمہارا پروردگار بہت کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی اور انسان کو وہ سب کچھ تعلیم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔"

قرآن مجید میں علم کے حصول کی فضیلت کے سلسلے میں سورہ مبارکہ مجادلہ میں ارشاد ربانی ہے کہ روز قیامت درجات پانے کا معیار، ایمان اور علم و دانش ہے : يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ(11:58) یعنی: "اللہ نے تم میں سے انہیں برتری عطا کی ہے جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا ان کے درجات کو اللہ نے بلند فرمایا ہے۔" اسی طرح سورہ مبارکہ زمر میں ارشاد خداوندی ہے :قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لا يَعْلَمُونَ إِنَّما يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبابِ(9:39) یعنی: " کہہ دیجئے !کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں ۔بے شک نصیحت تو صرف عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔"

جہاں تک احادیث میں علم کی فضیلت کا تعلق ہے تو اس حوالے سے "بحار الانوار " میں منقول چند روایات کا مطالعہ کافی ہے۔[14] رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: طلب العلم فريضة على كل مسلم الا ان الله يحب بغاة العلم یعنی: "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ علم کی تلاش کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" اسلام نے حصول علم کا وقت معین نہیں کیا۔ لہٰذا انسان کو فقر و غنی، صلح و جنگ، صحت و بیماری اور جوانی و بڑھاپے کسی حالت میں بھی تحصیل علم سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ علم نور اور کمال ہے اور نور و کمال کا حاصل کرنا کسی وقت اور حالت کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ جیساکہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے : طلب العلم فريضة على كل حال یعنی: "علم کا حاصل کرنا ہر حالت میں فرض ہے۔" حصول علم کسی جگہ یا مکان میں منحصر نہیں ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: أطلبوا العلم ولو بالصين یعنی: "علم حاصل کرو، اگرچہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔" امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں: لا كنز انفع من العلم یعنی: "کوئی خزانہ علم سے زیادہ مفید تر نہیں ہے۔" آپ ﷺ علم اور طالب علم کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ما من خارج خرج من بيته فى طلب العلم إلّا وضعت له الملائكه أجنحتها رضا بما يصنع حتّى يرجع یعنی: "جب بھی کوئی طالب علم حصول علم کی غرض سے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے پروں کو اس کے قدموں تلے بچھا دیتے ہیں یہاں تک وہ اپنے گھر واپس پلٹ آئے۔" اس کے علاوہ اور بھی آیات و روایات ہیں جو اہمیت و حصول علم پر دلالت کرتی ہیں اور ساتھ ساتھ صاحبان علم کی ستائش و تعریف بھی کرتی ہیں۔

اسلام کے منظر سے سائنس کی اہمیت و ضرورت کو سمجھنے کے لئے ان آیات و روایات کے علاوہ جو بطور کلی علم کی اہمیت و ضرورت بیان کرتی ہیں، ان آیات و روایات پر توجہ کی ضرورت ہے جن میں حصول علم کے ان وسائل سے استفادہ پر زور دیا گیا ہے جو سائنسی مشاہدے اور تجربے کا وسیلہ ہیں۔ سائنسی مشاہدے اور تجربے کا بنیادی

وسیلہ انسان کے حواس پنجگانہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کوئی سائنسی تجربہ محض حواس پنجگانہ کے بروئے کار لانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ حواس کے ماوراء عقل و استنتاج کی طاقت جب تک میدان تجربہ میں وارد نہ ہو، سائنسی مشاہدہ و تجربہ، علم میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم نے نہ تنہا سائنسی مشاہدے کے ظاہری حواس کے استعمال پر تاکید کی ہے بلکہ ہر سائنسی تجربہ کے تحقق کے اصل وسیلے یعنی عقل و استخراج اور استنتاج کی طاقت کے استعمال پر بھی بہت زور دیا ہے۔ متعدد قرآنی آیات میں حسی مشاہدے پر تاکید کی گئی ہے۔ منجملہ زمین کے مشاہدہ(7:26)، چوپایوں کے مشاہدہ (36:71) پرندوں کے مشاہدہ (19:67) ایسی آیات ہیں جن سے سائنسی مشاہدے پر زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح کم از کم 50 آیات میں أَفَلَا تَعْقِلُونَ جیسی تعابیر کے ذریعے عقلی استنتاج کی اہمیت اور ضرورت بیان کی گئی ہے۔ اب اگر ان آیات کو حسی مشاہدہ کی اہمیت پر دلالت کرنے والی آیات کے ساتھ یکجا دیکھا جائے تو بخوبی سائنسی علوم کی اہمیت کا ادراک حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح تسخیر کائنات کی اہمیت و ضرورت پر دلالت کرنے والی آیات کے ذریعے بھی اسلامی تعلیمات کے تناظر میں سائنس کی اہمیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسلام کے نکتہ نظر سے سائنس کی اہمیت و ضرورت مسلم اور قطعی ہے اور دینِ اسلام سائنس کی تعلیم کے ساتھ مکمل طور پر ہماہنگ اور سائنسی تعلیم کے حصول کا بہترین تشویق دلانے والا اور اسے واجب قرار دینے والا دین ہے۔

اس اہم مقدماتی بحث کی روشنی میں اگر دین اور سائنس کے توافق کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ نظریہ اگرچہ سابقہ تمام نظریات سے کامل تر اور مناسب تر نظریہ ہے لیکن یہ نظریہ بھی بے عیب و نقص نہیں۔ کیونکہ اس نظریہ میں دین اور سائنس کو دو متقابل حقیقتوں کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ البتہ ان دونوں کے درمیان توافق اور سازگاری کا فتویٰ جاری کیا گیا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ سائنس اور دین کا آپس میں سرے سے کوئی تقابل ہی نہیں ہے۔ سائنس دین کے مقابل نہیں اور دین سائنس سے جدا نہیں۔ کیونکہ اگر سائنس عالم کائنات کے اسرار کے مشاہدے، تجربے اور قوانین کے انکشاف کا نام ہے تو یہ کام فعل خدا کی تفسیر ہے۔ کیونکہ کائنات خدا کی خلق کردہ ہے اور جس طرح قول خدا کی تفسیر دین ہے نہ دین کے مقابل، اسی طرح سائنس فعل خدا کی تفسیر اور دین ہے، نہ دین خدا کے مقابل۔ بنابریں، اگر کہیں سائنس اور دین کے درمیان کوئی اختلاف نظر آئے تو یہ ایسے ہے جیسے ظاہری طور پر دو آیات یا روایات یا آیات و روایات میں ظاہری لحاظ سے کوئی اختلاف نظر آ رہا ہو۔ ایسی حالت میں مخصوص قواعد کے تحت اس اختلاف کو رفع کیا جا سکتا ہے۔

دین کی اہمیت و ضرورت

سوال یہ ہے کہ آیا سائنس کی تعلیم کافی ہے یا سائنس کی تعلیم کے حصول کے ہمراہ بنی نوع بشر، دینی تعلیمات کے حصول کے بھی محتاج ہیں؟ نیز یہ کہ آیا سائنس دینی تعلیمات کے حصول کے حوالے سے کوئی مثبت یا منفی نظریہ رکھتی ہے یا نہیں؟ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سائنس کی تعلیم اکیلی انسانیت کے درد کی دوا نہیں بن سکتی، بلکہ انسان کے لئے دین شناسی اور دینداری بھی ضروری ہے۔ نیز یہ کہ سائنس بھی نہ تنہا دینی تعلیم کے حصول اور اس کی اہمیت و ضرورت کی منکر نہیں، بلکہ سائنسی مشاہدات اور تجربات، دینی تعلیمات کی بہترین تائیدات فراہم کرتے ہیں۔ بنابریں، سائنس اور دین کا آپس میں کوئی تقابل یا تعارض نہیں ہے۔ باقی رہا بعض لوگوں کا یہ خیال کہ دین کی تعلیم کا حصول بے سود ہے کیونکہ انسان کیلئے وہی تعلیم اچھی ہے جس سے انسان زیادہ سے کائنات کی تسخیر کر سکے اور دنیاوی لذّت و سکون کا سامان فراہم کر سکے تو یقینا یہ خیال ایک گمان باطل کے سوا کچھ نہیں اور یہ سوچ نادرست ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے لئے سائنس کی تعلیم ضروری ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ہم دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے آئے ہیں؟ یقینا نہیں۔ ہر انسان ایک خاص مدت تک عمر گزارنے کے بعد اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ لیکن دنیا سے چلے جانے کا مطلب فنا نہیں، بلکہ آخرت کی زندگی کا آغاز ہے۔ قرآن کی متعدد آیات میں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ میں بار بار قیامت اور معاد کا تذکرہ ملتا ہے اور ہماری عقل بھی یہی کہتی ہے کہ ضرور قیامت کے دن حساب وکتاب ہونا چاہئے، عدالت ہونی چاہیئے اور سزا و جزا ہونی چاہیے۔ اگر دنیا و آخرت کے بارے میں اس نظریہ کو اپنا لیا جائے تو پھر یقینا انسان کے لئے تنہا سائنس کی تعلیم کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں ایک ایسے نصاب تعلیم کی ضرورت ہے جو پڑھ کر ہمیں دنیاوی امتحانوں کے ساتھ ساتھ اخروی امتحانوں میں بھی کامیابی ملے۔ یہ نصاب دین کی تعلیم پانے اور دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے عبارت ہے۔۔ کیونکہ دینی تعلیم وہ نصاب ہے جو دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کا منشور اور دستور ہے۔ دین کی تعلیم اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ ہر انسان کا زندگی گزارنے کا کوئی نہ کوئی طور وطریقہ ہوتا ہے، پس ہر انسان کے لئے دین ضروری ہے۔ پس دین بمعنی راہ و روشِ زندگی، ہر انسان کی ضرورت ہے۔ اور اگر دین سے مراد دین کا خاص معنی لیا جائے، یعنی آسمانی ہدایت اور وحیانی تعلیمات کا حصول اور ان کی پابندی تو بھی ہر انسان کے لئے دین کی اہمیت و ضرورت سائنس کی اہمیت و ضرورت سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ انسان محض چند روزہ دنیاوی زندگی کی لذتیں اٹھانے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ حکیم خدا نے انسان کو بنایا ہے تو کسی خاص مقصد اور ہدف کے لئے اور وہ مقصد اور ہدف انسان کو کمال تک پہنچانا ہے۔ انسان کا

کمال یہ ہے کہ وہ سعادت ابدی حاصل کرنے میں کامیاب ہو۔ سائنس انسان کو دنیاوی زندگی کا کمال عطا کر سکتی ہے لیکن ابدی کمال، تنہا دین کے احکام پر عمل کے ذریعے ممکن ہے۔

اس حوالے سے علامہ طباطبائی فرماتے ہیں: قرآن مجید انسان کو ہمیشہ رہنے والی زندگی اور سعادت ابدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اسی طرح انسان کو نجات حاصل کرنے کے راستوں کی بھی نشان دہی کرتا ہے۔ جس کیلئے قرآن نے مختلف قوانین وضع کئے ہیں۔ اگر انسان اپنی زندگی میں ان قوانین کی پیروی کرے تو وہ سعادت دارین حاصل کرنے میں کامیاب ہوگا۔[15] لہٰذا دین ایک ایسی روش زندگی کا نام ہے جسے انسان سعادت ابدی حاصل کرنے کیلئے اپناتا ہے۔ اس میں دنیاوی زندگی گزارنے کے اصول اور قوانین کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اخروی زندگی کے قوانین اور اصول بھی بیان ہو چکے ہیں۔[16] علامہ اس دین کو دین حق سے تعبیر کرتے ہیں جو انسان کو حقیقی معارف، اخلاق فاضلہ اور نیک اعمال کی طرف دعوت دیتا ہو۔[17] ایسا دین جس میں دنیاوی اور اخروی زندگی کے تمام اصول و قواعد بیان ہوئے ہوں وہ صرف دین مبین اسلام ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سائنس کے ہوتے ہوئے دین کی کیا ضرورت ہے۔ سائنس انسان کے بنیادی سوالوں کا جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ سائنس انسان کی مادی احتیاجات کو پورا کرتی ہے لیکن انسان کی انسانی اور روحی احتیاجات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ پس انسان ہمیشہ دینی ہدایت کا محتاج رہے گا۔

نتیجہ

سائنس اور دین دو ایسی چیزیں ہیں جو قابل انفکاک نہیں۔ لہٰذا دین کے نام پر سائنس کی مخالفت درست نہیں اور سائنس کے نام پر دین کی تضحیک سراسر غلط ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی نظر میں سائنس اگر انسان کو اللہ سے دور کرنے کا سبب بنے فتنہ ہے:

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ　　　املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کیلئے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ　　　شمشیر ہی کیا نعرہ تکبیر بھی فتنہ

البتہ اس امر پر توجہ ضروری ہے کہ دین اسلام، وحی الٰہی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اور جو دین وحی پر مشتمل ہو اس میں خطا کا امکان نہیں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، سائنس کا تعلق تجربے اور مشاہدے سے ہے جو انسانی افعال ہیں جن میں غلطی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تجربے اور مشاہدے کا تعلق حواس خمسہ سے ہے جن سے خطا کا امکان بذات خود ایک مسلمہ سائنسی حقیقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دس سال بعد نئی سائنسی تحقیقات پرانی تحقیقات کی جگہ لے لیتی ہیں۔ لہٰذا اگر انسان کا تجربہ یا مشاہدہ کتاب و سنت کے نصوص سے متضاد ہو تو اس صورت میں کتاب و سنت کو ہی

ترجیح دی جائے گی اور تجربہ و مشاہدہ کی تاویل کی جائے گی۔ کیونکہ کتاب و سنت کے بیان کردہ قطعی حقائق اور نصوص میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (82:4)
ترجمہ: "کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے، اگر وہ اللہ کے سوا کسی کی جانب سے ہوتا تو وہ اس میں اختلاف پاتے۔"

*****

حوالہ جات

1۔ جعفر، سجادی، *فرہنگ علوم نقلی و ادبی* (تہران، مؤسسہ مطبوعاتی علمی، 1344)، 273۔
2۔ خلیل ابن احمد، فراہیدی، *العین*، ج8 : 73۔
3۔ محمد حسین، طباطبائی، *شیعہ در اسلام* (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1378) 21۔
4۔ محمد حسین، طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج 5،ج1 (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1417ق) ، 424۔
5۔ مہدی، گلشنی، *از علم سکولار تا علم دینی* : 21۔
6۔ پترسون، مایکل و همراهان، *عقل و اعتقاد دینی*، ترجمہ احمد نراقی و ابراہیم سلطانی (تہران، انتشارات طرح نو، 1379ھ،ش):358-363۔
7۔ابن اثیر، *الکامل فی التاریخ*، ج9 (بیروت: دار صادر، طبع 1966ء)، 372۔
8۔ محمد رضا رضایی، اصفہانی، *شبہات جدید قرآنی* (ندارد، ندارد، ندارد) 26۔
9۔ ایضا: 33۔
10۔ عبد الحمید، خسرو پناہ، *مسائل جدید کلامی و فلسفہ دین* (قم، دفتر تبلیغات اسلامی، ندارد) 272۔
11۔ایضا: 268-269۔
12۔ گلشنی، *از علم سکولار تا علم دینی*: 49۔
13۔ رضایی، اصفہانی، *شبہات جدید قرآنی*: 34۔
14 ۔الشیخ محمد، باقر المجلسی "بحار الانوار" ج1 (بیروت، مؤسسۃ الوفاء الطبع الثانیہ، سنۃ 1993ء) 172 و206۔
15۔ طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج 8 :300۔
16۔ محمد حسین، طباطبائی، *بررسی ہای اسلامی*، ج 1 (قم، بوستان کتاب، 1388) 35-36۔
17۔ ایضاً: 551۔

کتابیات

1) سجادی، جعفر، فرہنگ علوم نقلی وادبی، تہران، مؤسسہ مطبوعاتی علمی، 1344۔

2) فراہیدی، خلیل ابن احمد، العین۔
3) طباطبائی، محمد حسین، شیعه در اسلام، قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1378۔
4) طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1417ق۔
5) پترسون، مایکل و همراهان، عقل و اعتقاد دینی، ترجمه احمد نراقی و۔۔۔ تہران، انتشارات طرح نو، 1379ھ، ش ۔
6) گلشنی، مهدی، از علم سکولار تا علم دینی، ندارد، ندارد، ندارد۔
7) ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج9، بیروت: دار صادر، طبع 1966ء۔
8) اصفهانی، محمد رضا رضايي، شبهات جدید قرآنی، ندارد، ندارد، ندارد۔
9) خسرو پناه، عبد الحمید، مسائل جدید کلامی و فلسفه دین، قم، دفتر تبلیغات اسلامی ، ندارد۔
10) باقر المجلسی، الشیخ محمد، بحار الانوار، بیروت، مؤسسة الوفاء الطبع الثانیه، سنة 1993ء۔
11) طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1417ق۔
12) طباطبائی، محمد حسین، بررسی های اسلامی، قم، بوستان کتاب، 1388۔